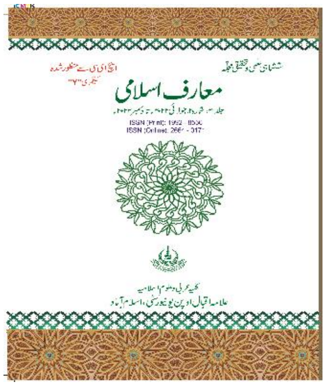

Ma'ārif-e-Islāmī Research Journal
eISSN: 2664-0171, pISSN: 1992-8556
Publisher: Faculty of Arabic & Islamic Studies
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Journal Website: https://mei.aiou.edu.pk/

Vol.21 Issue: 02 (July-December 2022)
Date of Publication: 23-December 2022
HEC Category (July 2022-2023): Y

mei.aiou.edu.pk

Article	اثبات جرائم میں عصری قرائنی شہادت کی اہمیت اور اسلامی تعلیمات Role of importance of Circumstantial Evidence in Crimes Proof in Islamic Perspective
Authors & Affiliations	1. **Dr. Ghulam Farooq** Assistant Professor of Islamic Studies, Gove Allama Iqbal Graduate College, Sialkot (gfnaeemi@gmail.com) 2. **Dr. Muhammad Waris Ali** Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore *{mwarisali@lgu.edu.pk}*
Dates	Received: 21-07-2022 Accepted: 10-09-2022 Published: 23-12-2022
Citation	Dr. Ghulam Farooq,Dr. Muhammad Waris Ali, 2022. اثبات جرائم میں عصری قرائنی شہادت کی اہمیت اور اسلامی تعلیمات [online] IRI - Islamic Research Index - Allama Iqbal Open University, Islamabad. Available at: <https://iri.aiou.edu.pk/?p=74722> [Accessed 25 December 2022].
Copyright Information	اثبات جرائم میں عصری قرائنی شہادت کی اہمیت اور اسلامی تعلیمات 2022 © by Dr. Ghulam Farooq,Dr. Muhammad Waris Ali is licensed under Attribution-ShareAlike 4.0 International
Publisher Information	Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad

Indexing & Abstracting Agencies

Tehqiqat	IRI	Asian Indexing	Australian Islamic Library	HJRS

اثبات جرائم میں عصری قرائنی شہادت کی اہمیت اور اسلامی تعلیمات

Role of importance of Circumstantial Evidence in Crimes Proof in Islamic Perspective

ڈاکٹر غلام فاروق
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ علامہ اقبال گریجوایٹ کالج، سیالکوٹ
ڈاکٹر محمد وارث علی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ گیریژن یونیورسٹی لاہور

Abstract

There are numerous in Quran and Sunnah about the justification of circumstantial evidence. Holy Prophet used Circumstantial evidence on the base of his supposition, and also it is secondary evidence but it has not obtained the status Primary evidence . As the Circumstantial evidence and DNA report is not accepted as primary evidence that is why Islamic Fiqh demands visual evidence as well. That is why that required of visual evidence is necessary in Islam .However it can be taken as omen based evidence ,secondary evidence and circumstantial evidence. And if the Court is satisfied, the penalty can be imposed. In America and other Western countries DNA repot is accepted as evidence for punishment. But our experts of jurisprudence accept circumstantial evidence just as secondary evidence.

KEY Words: DNA, Circumstantial evidence, secondary evidence, visual evidence, jurisprudence

بعثتِ انبیاء ورسل کا مقصد انسانیت کی راہنمائی اور اصلاح ہے۔یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان پر سزائیں مقرر کی جاتی ہیں۔تاکہ انسان وہی امور انجام دیں جو اُن کے لیے فائدہ مند ہوں اور اُن باتوں سے بچیں جو فساد کا باعث ہوں۔لیکن اس کے باوجود اگر انسان کسی جرم میں ملوث ہوں تو شریعت نے اُن کے لیے سزائیں مقرر کردیں اور اُن سزاوں کے نفاذ کے لیے مختلف طریقے مقرر کردیئے جن میں زیادہ تر سزاوں کو نافذ کرنے سے پہلے اُن کے اثبات کے لیے گواہوں کی شرط لازمی عائد کردی تاکہ کوئی بے گناہ سزا کا مستحق قرار نہ پائے اور مجرم کو ہی سزا دی جائےتاکہ معاشرے سے فتنہ وفساد ختم ہوجائے اور معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے۔اس لیے جرائم کی تلاش کے لیے اسلام میں بعض اوقات قرائن کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے۔

فقہاء نے قرینہ کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ قرینہ بمعنی اِمارۃ وعلامۃ ہے۔ جس کے علم سے وجود مدلول کا ظنی علم حاصل ہوتا ہے جیسے بادل کو دیکھ کر بارش کا علم حاصل ہوتا ہے،دھویں کو دیکھ کر آگ کا علم حاصل ہوتا ہے،یعنی بادل اور دھواں وجود مطر اور وجود نار پر دال ہوتے ہیں۔[1]

مجلہ احکام العدلیہ میں قرینہ کی تعریف یوں کی گئی ہے۔إن القرينة القاطعة: هي الإمارة البالغة حد اليقين.[2] قرینہ سے مراد وہ نشانی ہے جو یقین کی حد تک پہنچانے والی ہے"۔امام فتح اللہ زید قرینہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:ھی الإمارة التي نص عليها الشارع أو استنبطها أئمة الشريعة باجتهادهم.[3] قرینہ اس علامت کو کہتے ہیں جس کو شارع نے بیان کیا ہو یا ائمہ شریعت نے اجتہاد و استنباط کیا ہو۔ڈاکٹر مصطفٰی الزحیلی[4] رقم طراز ہیں: جب کہ فقہاء کے ہاں قرینہ کی تعریف یوں کی جاتی ہے۔عرف الفقهاء القرينة بمعنى الإمارة وهي يلزم من العلم به الظن بوجود المدلول."

ان تمام تعریفات کا ماحصل یہ ہے کہ قرینہ اس علامت اور نشانی کو کہتے ہیں جو مطلوب اور مقصود تک پہنچادے اور جس سے کسی چیز کی حقیقت اور اصلیت تک رسائی ممکن ہوسکے اور جس سے مسائل کے استنباط اور استخراج میں آسانی ہو اور جو جرائم کی تلاش میں

ممد و معاون ثابت ہو۔ جس طرح فقہاء کے نزدیک دھویں کا موجود ہونا آگ پر قرینہ ہے اسی طرح بادل کا ہونا بارش پر قرینہ ہے۔ قرائن سے ظاہری استدلال کر کے حقیقت تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا وہ تمام اشیاء قرائن کے زمرے میں آئیں گی جو مقصود اصلی تک پہنچنے کا سبب بنتی ہیں۔ مقتول کے پاس گھبرائے ہوئے شخص کا کسی آلے کے ساتھ موجود ہونا اس کے قاتل ہونے کا قرینہ ہے۔ اسی طرح کی مثالوں میں ایک یہ بھی ہے کہ استاد کی گاڑی کا موجود ہونا اس کے ادارے میں موجود ہونے کا قرینہ ہے۔ رات کے وقت سڑک پر ایک ہی لائٹ کا دکھائی دینا موٹر سائیکل کے آنے کا قرینہ ہے اور صحیح سمت میں دو کا دکھائی دینا بڑی گاڑی کے آنے کا قرینہ ہے۔ گویا روزمرہ زندگی میں بے شمار ایسے معاملات در پیش ہوتے ہیں جن میں قرینے کی مدد لی جاتی ہے۔ اسی طرح آسمان پر گھرے بادل بارش کے برسنے کا قرینہ ہیں۔

قرائنی شہادت کی اہمیت

قرآن و سنت میں قرائنی شہادت کے جواز کے متعدد دلائل موجود ہیں۔ اسی طرح خاتم النبیین رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں مختلف مواقع پر قرائن کی شہادت کو اپنے قیاس کی بنیاد بھی بنایا اور اسے تائیدی شہادت کے طور پر استعمال بھی فرمایا، لیکن اسے کسی بھی وقوعے کے بارے میں قطعی اور حتمی شہادت کا درجہ نہیں دیا کہ اس کی بنا پر شرعی حد جاری کی جا سکتی ہے۔ فقہ اسلامی میں ڈی این اے اور جدید قرائن کو قطعی شہادت کے طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا، اس کے لیے عینی شہادت کا مطلوبہ شرعی معیار لازمی ہے، البتہ اسے ظنّی شہادت، قرائن کی شہادت اور تائیدی شہادت کے طور پر لیا جا سکتا ہے، اور عینی شہادت کی عدم دستیابی کی صورت میں عدالت مطمئن ہو تو تعزیراً سزا دے سکتی ہے۔

امریکا اور یورپی ممالک میں ڈی این اے ٹیسٹ کی مثبت رپورٹ کو ایسے جرائم کے ثبوت کے لیے، جن کی سزا موت ہے، قطعی اور حتمی شہادت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے یا اسے زیادہ سے زیادہ ہمارے فقہائے کرام کے اقوال کے مطابق ایک ظنّی اور مشتبہ شہادت یا تائیدی شہادت کے طور پر ہی لیا جا سکتا ہے۔

قرائنی شہادت کی اس زمانے میں بہت اہمیت ہے۔ اسلام میں بھی قرائنی شہادت کو ایک خاص اہمیت دی گئی ہے۔ اگر کوئی اور شہادت دستیاب نہ ہو تو قرائن کی شہادت پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور بعض دفعہ قرائن اور واقعاتی شہادتیں دیگر شہادتوں کے لیے تائید اور تقویت کا باعث بنتی ہیں۔

قرائنی شہادت کے جواز پر تفصیلی دلائل

واقعاتی اور قرائنی شہادت کا جواز قرآن مجید کی ان آیات سے واضح ہوتا ہے: ارشاد ہوتا ہے

﴿قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَن نَّفْسِي ۚ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ . وَإِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ . فَلَمَّا رَأَىٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِن كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ﴾[1]

"اس عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ اگر ان کا کُرتا آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ (حضرت یوسف) غلط کہنے والوں میں سے ہیں۔ اور اگر ان کا کُرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو اس عورت نے جھوٹ بولا ہے اور وہ سچوں میں سے ہیں۔ پھر جب ان کا کُرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہنے لگا تو بے شک یہ تم عورتوں کی گہری چال ہے۔ یقیناً تم عورتوں کی فریب کاری بہت بڑی ہے"

چونکہ قرآن اور سنت میں اس واقعاتی شہادت کا رد نہیں کیا گیا اس لیے ہماری شریعت میں بھی اس کا حجت ہونا برقرار ہے۔ قرائن اور ظاہری علامات پر اعتماد واجب ہے کیوں کہ اس سے مظلوم کو عدل و انصاف ملتا ہے اور اس صورت میں احکام بھی تعطّل کا شکار نہیں ہوتے اور تمام لوگوں کو ان کے حقوق ملتے ہیں اور اس پر ہمارے لیے شارع علیہ السلام کی وہ مثال ہی کافی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ

حیض کے خون کا جاری ہونا رحم کے بری ہونے کی نشانی ہے اور اس کے حمل سے خالی ہونے کی نشانی ہے۔اور اس حکم کو عدت کی انتہاء کی نشانی قرار دیا ہے، اور دوران حیض رجوع سے بھی منع کیا ہے اور اس کے بعد عقد کو جائز قرار دیا ہے اور یہ قرینہ کے جواز کی سب سے اہم اور ضروری مثال ہے اور یہ عمل بالقرائن کی ترجیح کی واضح مثال ہے۔اب اس طرح کی دیگر امثلہ احادیث کی روشنی میں بیان کی جاتی ہیں۔

بندہ کا نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں جانا اس کے مومن ہونے کی علامت ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ المسْجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالإِيمَانِ'' [2]''جب تم آدمی کو دیکھو کہ مسجد میں آنے جانے کا عادی ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو''

مذکورہ حدیث سے ابن قیم استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''جعل الرسول مداومة الرجل المسلم على ارتياد المسجد وشهود الصلوات الخمس جماعة، لا يتأخر عنها إلا لعذر مشروع دليلا وإمارة قوية كآية كافية لأن يشهد له بالإيمان وهذا دليل على مشروعية القرائن[3]''.

''نبی کریم ﷺ نے مسلمان آدمی کی مسجد میں باقاعدگی اور مداومت۔اور پانچ نمازوں میں اس کی جماعت کے ساتھ حاضری کو اس کے ایمان کی گواہی کے لیے قرینہ بنایا ہے۔اور یہ قرینہ کی مشروعیت پر بڑی دلیل ہے''

جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت کو آپ ﷺ نے منافقت کی نشانی قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: آيَةُ المنَافِقِ ثَلاَثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ '' [4]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔اور جب امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے''۔

تو حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آدمی کے اندر مذکورہ عادات کا پایا جانا اس کے منافق ہونے کی نشانی ہے اور یہ قرائن کی حجیت پر واضح دلیل ہے۔

اثبات بالقرائن پر ایک اور مشہور حدیث مبارکہ جو کہ امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت کی ہے۔

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَتِ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا، جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا، فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، وَقَالَتِ الأُخْرَى: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى، فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ فَأَخْبَرَتَاهُ، فَقَالَ: ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ بَيْنَهُمَا، فَقَالَتِ الصُّغْرَى: لاَ تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللَّهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى " قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: «وَاللَّهِ إِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّينِ قَطُّ إِلَّا يَوْمَئِذٍ، وَمَا كُنَّا نَقُولُ إِلَّا المدْيَةَ'' [5]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو عورتیں اپنے بیٹوں کے ہمراہ بیٹھی ہوئیں تھیں کہ ایک بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کے بیٹے کو کھا گیا، ان میں سے ہر ایک نے دوسری سے کہا کہ وہ اس کے بیٹے کو کھا گیا ہے تو حضرت داود علیہ السلام کے پاس اس کا فیصلہ کروایا گیا پس آپ نے بڑی (عورت) کے حق میں فیصلہ کر دیا۔پس وہ دونوں سلیمان بن داود کے پاس گئیں اور ان کو اس معاملہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ چھری لاؤ اور اس کو کاٹ کر ان دونوں میں تقسیم کر دو تو اس پر چھوٹی نے کہا ''نہیں'' اللہ آپ پر رحم کرے اس بڑی کا ہی ہے اس پر آپ نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر دیا''۔

امام نووی رحمۃ اللہ نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''وَلَمْ يَكُنْ مُرَادُهُ أَنَّهُ يَقْطَعُهُ حَقِيقَةً وَإِنَّمَا أَرَادَ اخْتِبَارَ شَفَقَتِهِمَا لِتَتَمَيَّزَ لَهُ الْأُمُّ فَلَمَّا تَمَيَّزَتْ بِمَا ذَكَرَتْ عَرَفَهَا''.[6]

''حضرت امام نووی فرماتے ہیں کہ یہاں پر حقیقی کاٹنا مراد نہیں بلکہ یہاں ان کی محبت کو جانچنا مقصود تھا تاکہ اس کی (حقیقی) ماں کو جانا جا سکے پس اس سے حقیقی ماں کو پہچان لیا گیا''

تو حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آدمی کے اندر مذکورہ عادات کا پایا جانا اس کے منافق ہونے کی نشانی ہے اور یہ قرائن کی حجیت پر واضح دلیل ہے۔ اسی موضوع پر ایک اور روایت جس کو امام بخاری نے ذکر کیا ہے جس میں عملی منافق کی نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

''عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ''.[5]

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چار باتیں جس میں پائی جاتی ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں یہ عادتیں پائی جائیں گی اس میں نفاق ہوگا یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے، جب امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے اور بات کرے تو جھوٹ بولے اور وعدہ کرے تو دھوکہ دے اور جب کسی سے لڑے تو گالی دے''۔

بیان کی گئی حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے جھگڑے کو قرینہ پر محمول کیا ہے اور اس کا اعتبار کیا ہے اور یہ اس آدمی کے منافق ہونے پر قرینہ ہے۔ نفاق کا ظہور قرینے کے اعتماد پر واضح قرینہ ہے۔

ایک اور حدیث جو کہ علامات نفاق پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔

''آيَةُ المُنَافِقِ ثَلاَثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ''.[6]

''منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے''۔

انسان کا جھوٹ بولنا اس کے نفاق کا قرینہ ہے، اس کی وعدہ خلافی اس کے نفاق کا قرینہ ہے اور اس کا خیانت کا مرتکب ہونا اس کے منافق ہونے پر قرینہ ہے۔

اسلام میں قرائن اور واقعاتی شہادتوں کا اعتبار کیا جاتا ہے اور ان پر احکام مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص کے منہ سے شراب کی بو آرہی ہو تو خواہ اس کے خلاف دو مسلمان مرد گواہی نہ دیں تب بھی محض شراب کی بو کی وجہ سے اس کا شراب پینا ثابت ہو جائے گا اور اس کو سزا دی جائے گی۔ اسی طرح کسی کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا گیا تب بھی اس کا شراب پینا ثابت ہو جائے گا اور اس کو شراب نوشی کی سزا دی جائیگی۔

صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے ان واقعاتی شہادتوں کی بناء پر شراب کی حد جاری کی ہے۔ فقہاء میں سے امام احمد کے نزدیک شراب کی بو کے ثبوت پر حد لازم ہوگی امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں امام مالک کے نزدیک اگر دو گواہوں سے شراب کی بو ثابت ہوگی تو اس پر شراب نوشی کی حد ہوگی۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک شراب کی بو کی بناء پر حد تو نہیں ہے لیکن وہ اس پر تعزیر لازم کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا عمل بھی یہی تھا کہ آپ محض شراب کی بو پر حد لازم کرتے تھے جیسا کہ درج ذیل روایت سے ثابت ہو رہا ہے، امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

''عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ: أَنَّ عُمَرَ كَانَ يَضْرِبُ فِي الرِّيحِ''.[۷]

مذکور الصدر دلائل سے واضح ہوگیا کہ صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود(رضوان اللہ علیہم اجمعین)واقعاتی شہادت کی بناء پر حد لگادیتے تھے۔امام مالک کا یہی مسلک ہے اور امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر تعزیر ہے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ قرائن کی کوئی حاجت نہیں حالانکہ قرائن کے ذریعے سے وسائل کا اثبات ممکن ہوتا ہے۔ جس طرح یمین سے اثبات ممکن ہوتا ہے جیسا کہ جب مدعی کے پاس گواہ نہیں اور نہ ہی مدعی علیہ اس کا اقرار کرتا ہے تو پھر یمین کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اور پھر اس سے فیصلہ ہوتا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مدعی گواہی دینے سے عاجز آجائے اور مدعی علیہ بھی اقرار نہ کرے۔ مدعی اس کے اتمام کی کوشش کرتا ہے اور مدعی علیہ اس معاملہ کے بطلان پر مصر ہے اور جھوٹی قسم بھی کھالیتا ہے اور اللہ تعالی سے نہیں ڈرتا تو کیا ان تمام دلائل اور واضح قرائن اور نشانیوں کو چھوڑ دیں جو کہ مدعی کے دعوی کی سچائی پر دلالت کرتی ہے جھوٹے آدمی کی کوشش نے سچ کو جھوٹ بنادیا۔ تو کیا ہم اس کی جھوٹی قسم، کوشش اور اس کے ظلم کو چھوڑ دیں گے ؟اور کیا حق کو رسوا ہوتا ہوا دیکھیں گے ؟حقیقت میں لوگوں کو ان کے حقوق دلانا اور ان کے جھگڑوں کے فیصلے کرنا، یہ سب قاضی پر اللہ کا فضل ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ فیصلہ کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

قرینہ نہ ہونے کی وجہ سے چوپائے کو نصف نصف کرنے کا فیصلہ

امام احمد نے،امام ابو دواد نے،امام نسائی نے اور امام ابن ماجہ نے اور امام بیہقی نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے:

''عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَابَّةٍ لَيْسَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةٌ «فَقَضَى بِهَا بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ» ''.[7]

''حضرت ابو موسی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک دو آدمی ایک چوپائے پر لڑ پڑے تو ان میں سے کسی کے پاس بھی دلیل نہ تھی پس رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے''۔

''بے شک رسول اللہ ﷺ کا چوپائے کے بارے میں حکم وجوب کا ہے اس کے ساتھ اور یہ قرینہ ہے اس کی ملکیت پر اور اس چوپائے پر ان دونوں کا آدھے حصے کا استحقاق ہے۔ اور ان میں سے کسی ایک کے پاس بھی اس کو رکھنے کا استحقاق نہیں تھا اور اس قرینہ کے قوی ہونے پر کوئی تعارض بھی نہیں۔ اور یہ قرائن کی مشروعیت اور اس کے جائز ہونے پر واضح دلیل ہے''۔[8]

قرینہ کی بنا پر متفرق مقدمات کا فیصلہ فریقین میں سے کسی کے پاس اپنے دعوے کے حق میں کوئی گواہ موجود نہ ہونے پر دونوں کے پاس گواہ موجود ہونے کی صورت میں آپ نے ان کے بیانات کی روشنی میں ممکن حد تک صحیح صورت واقعہ کا علم حاصل کرنے کی کوشش کی اور قرائن کی روشنی میں آپ کا دل جس بات پر مطمئن ہوا، اس کے مطابق فیصلہ فرمادیا۔

عمل بالقرائن کی یہ دلیل جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے:

''جنگ بدر میں دو انصاری لڑکے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ ابو جہل کو اس نے قتل کیا ہے۔ آپ نے دونوں کی تلواریں دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ فرمایا کہ دونوں نے مل کر اسے قتل کیا ہے''۔[9]

قرائن کی اہمیت اتنی مسلم ہے کہ اس کو بنیاد بنا کر اکثر فیصلے کیے جاتے ہیں۔ یہ کہنا برحق اور بجا ہے کہ قضا کے معاملات میں قرائن کی اہمیت ہر زمانہ میں مسلم رہی ہے۔ ایک موقعے پر نبی کریم ﷺ نے قرائن کی بنیاد پر ایک فیصلہ صادر فرمایا جس کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

''ایک مقدمے میں دو مدعیوں نے ایک جانور کی ملکیت کا دعویٰ کیا اور کسی کے پاس گواہ نہیں تھا۔ ''نبی ﷺ نے جانور کو آدھا آدھا دونوں کی ملکیت قرار دے دیا''۔[10]

قرعہ بھی قرینہ بن سکتا ہے اس کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس فیصلہ سے ظاہر ہوتی ہے جس میں فریقین کے پاس گواہوں کی عدم موجودگی پر قرعہ ڈالنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس واقعہ کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے

"ایک مقدمے میں آپ نے گواہ میسر نہ ہونے پر فریقین سے کہا کہ وہ اس بات پر قرعہ ڈال لیں کہ ان میں سے کون اپنے سچا ہونے کی قسم کھائے گا (اور پھر اس کی قسم کی بنیاد پر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائیگا)"۔[11]

شریعت میں کسی جرم کے اثبات کے لیے سب سے کڑا معیار زنا کے سلسلے میں مقرر کیا گیا ہے اور چار سے کم گواہوں کی گواہی کے بغیر اسے قانوناً ثابت ماننے سے انکار کیا گیا ہے، تاہم ایک شخص نے جب یہ کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے پاس کسی شخص کو موجود پاؤں گا تو تلوار کے ساتھ دونوں کا کام تمام کر دوں گا۔

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ كَفَى بِالسَّيْفِ شَاهِدًا''. یعنی تلوار کی گواہی کافی ہے۔ لیکن پھر فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر اس کی اجازت دے دی گئی تو لوگ اس کا غلط فائدہ اٹھائیں گے۔[12] ایک اور مقدمہ جس کا فیصلہ آپ ﷺ نے صرف عورت کے اقرار کو بنیاد بنا کر فیصلہ صادر فرمایا: آپ نے زنا بالجبر کے ایک مقدمے میں، جس میں ملزم اپنے جرم سے انکاری تھا، متاثرہ خاتون کے بیان پر انحصار کرتے ہوئے ملزم کو رجم کرنے کا حکم دے دیا"۔[13]:

ملزم کی رہائی۔ قرینہ کی بناپر:

بعض صورتوں میں حالات اور قرائن کی روشنی میں خود ملزم کے بیان کو قابل اعتماد سمجھتے ہوئے اس پر فیصلے کی بنیاد رکھی۔" چنانچہ ایک نابینا صحابی نے اپنی ام ولد کو اس بات پر اشتعال میں آ کر قتل کر دیا کہ وہ نبی ﷺ کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کیا کرتی تھی۔ نبی ﷺ نے اسے بلا کر تحقیق کی اور اس کے بیان پر مطمئن ہو کر فرمایا کہ قتل کی جانے والی عورت کا خون ہدر ہے"۔[14]

جیسا کہ مالک بن حفیر کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔'

'عن مالك بن حفير الحنفي قال أتي عمر بابن مظعون قد شرب خمرا، فقال: من شهودك؟ قال فلان وفلان وغياث بن سلمة وكان يسمي غياث الشيخ الصدوق فقال رأيته يقيها ولم أره يشربها فجلده عمر الحد.[15]"

"مالک بن حفیر حنفی بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ابن مظعون کو اس الزام میں لایا گیا کہ اس نے شراب پی ہے، حضرت عمر نے پوچھا تمہارے گواہ کون ہیں، اس نے کہا فلاں، فلاں اور غیاث بن مسلمہ، غیاث کو سچا کہا جاتا تھا، اس نے کہا میں نے اس کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے، شراب پیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عمر نے اس پر شراب کی حد جاری کر دی"۔

صحابہ کرام کے بعض آثار بھی اس حوالے سے قابل غور ہیں کہ وہ عمل بالقرائن کے حامی تھے اور اس بنا پر فیصلہ بھی دیا کرتے۔

۳۔ "ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک شخص کے ساتھ اس حال میں پایا کہ انھوں نے دروازے بند کر کے پردے لٹکا رکھے تھے۔ سیدنا عمر نے ان دونوں کو سو سو کوڑے لگوائے"۔[16]

۴۔ "ایک شخص عشا کے بعد چٹائی میں لپٹا ہوا کسی دوسرے آدمی کے گھر میں پایا گیا تو سیدنا عمر نے اسے سو کوڑے لگوائے"۔[17]

۴۔ "ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس ایک مرد اور عورت کو لایا گیا جو ایک لحاف میں پائے گئے تھے۔ انھوں نے دونوں کو چالیس چالیس کوڑے لگوائے اور انھیں لوگوں کے سامنے رسوا کیا۔ سیدنا عمر نے بھی ان کے اس فیصلے کی تحسین کی"۔[18]

۵۔ امام احمد بن حنبل نے سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا فیصلہ ذکر کیا ہے جس میں مذکورہ نوعیت کے فیصلے کا ذکر کیا گیا ہے "سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ اگر کوئی مرد وعورت ایک ہی کپڑے میں پائے جاتے تو وہ دونوں کو سو سو کوڑے لگواتے"۔[19]

۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ بھی قرائن کی شہادت کے قائل تھے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

امام ابن قیم نے کہا کہ صحابہ کرام کا عمل بالقرائن پر اجماع ہو چکا تھا۔اور موصوف بھی قرائن کی حجیت کے قائلین میں سے ہیں اور انہوں نے اس کے جواز پر متعدد دلائل پیش کیے ہیں۔ موصوف امام کے پاس ایک طرابلس سے ایک استفتاء آیا تھا کہ کیا قاضی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ قرائن اور علامات کی بنا پر کوئی فیصلہ کرے اور صرف گواہوں کی شہادت پر اعتماد نہ کرے بلکہ حالات و واقعات اور قرائن وعلامات کو ملحوظ رکھے ؟ابن قیم نے اس کا جواب یوں لکھا تھا:

"یہ ایک اہم ترین مسئلہ ہے جسے اچھی طرح سمجھنا چاہیے۔ اگر قاضی قرائن کو بالکل نظر انداز کرتا ہے تو بہت سے ایسے لوگوں کے حقوق برباد اور ضائع ہو جائیں گے جن کے پاس عینی گواہ تو موجود نہ ہوں لیکن قرائن اور واقعاتی شہادت ان کے حق میں موجود ہوں۔ لیکن اگر قاضی بے احتیاطی کرتا ہے اور قرائن کی قطعی وظنیت کا جائزہ لیے بغیر فیصلہ دیتا ہے تو اس طرز عمل سے بھی ظلم وفساد کا خطرہ ہے۔ قاضی اگر احکام شرعیہ کو جانتا ہو مگر واقعات وشواہد میں فقیہ النفس اور معاملہ فہم نہ ہو تو وہ ایسے فیصلے کرے گا جن کے غلط ہونے میں لوگوں کو شبہ تک نہ ہوگا۔اس لیے ضروری ہے کہ قاضی احکام وواقعات دونوں میں فقیہ النفس اور معاملہ فہم اور تجربہ کار ہو"۔[20] وقبول التهنية في ولادة المولود أيام التهنية على ثبوت النسب.[21]

بچے کی ولادت پر مبارکبادی قبول کرنا ثبوت نسب کا قرینہ ہے یعنی وہ بچہ اسی کا متصور ہوگا۔ بعد میں اگر وہ انکار کرتا ہے تو انکار قابل قبول نہ ہوگا۔

۴۔ وعملوا بالقرائن في السفينة المحملة بالدقيق إذا تنازع فيها ملاح وتاجر دقيق فالسفينة للملاح والدقيق للتاجر.[22]

ایک کشتی آٹے سے لدی ہوئی ہے اس میں ملاح اور تاجر کا تنازع ہوا تو کشتی کا فیصلہ ملاح کے حق میں کیا جائے اور آٹے کا فیصلہ تاجر کے حق میں کیا جائے گا کیونکہ قرائن کا یہی تقاضا ہے کہ کشتی ملاح کی ہوگی اور آٹا تاجر کا۔ مذکورہ تمام امثلہ عمل بالقرائن کی حجیت اور جواز پر دال ہیں اور قرائن کے ساتھ اثبات حق مشروع ہے۔اس سے معاملات میں آسانی میسر ہوتی ہے۔

عصری اجتہادی اداروں نے قرائنی شہادت کے متعلق جو سفارشات جاری کیں ان کا ماحصل یہی ہے کہ حدود وقصاص کے علاوہ دیگر معاملات میں قرائنی شہادت کو تسلیم کیا جا سکتا ہے البتہ حدود وقصاص میں قرائنی شہادت کو صرف ظنی وتائیدی شہادت کا درجہ دیا جا سکتا ہے، جیسا کہ فقہ اسلامی اکیڈمی جدہ اور انڈیا کا موقف ہے۔

۱۔ فقہ اسلامی اکیڈمی جدہ کا قرائن پر موقف:

فقہ اسلامی اکیڈمی جدہ میں تفصیلی بحث ومباحثہ اور مناقشہ سن ۱۹۹۸ء میں مکہ المکرمہ میں رابطہ الفقہ الاسلامی مجلس کے تحت ہوا اس کے بعد قرائن کے متعلق جو سفارشات سامنے آئی وہ یہ ہیں:

"ڈی این اے ٹیسٹ سے حدود وقصاص ثابت نہیں ہو سکتے،البتہ دیگر جرائم میں اس کا اعتبار کیا ہے"۔[23]

ڈی این اے بھی چونکہ جدید قرائن کا جز ہے اور عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے یہ قرینہ قابل اعتماد ہے یا نہیں اس پر مختلف مذاکرت ہوئے جس میں ایک فقہی سیمنار انڈیا میں ہوا جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

۲۔ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا قرائن کے متعلق موقف:

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا میں پندرھویں فقہی سیمینار، منعقدہ ۲۰۰۶ءمیں قرائن کے متعلق فقہاء کرام اور سکالرز نے مقالات پیش کیے جس میں ڈی این اے ٹیسٹ پر تفصیلی اور سیر حاصل بحث کی گئی جس کے بعد نتائج بحث اور سفارشات سامنے آئے وہ ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں۔

"ڈی این اے(DNA) ٹیسٹ کے سلسلے میں سیمینار نے حسب ذیل فیصلے کئے ہیں۔

۱۔ جس بچے کا نسب شرعی اصول کے مطابق ثابت ہو اس کے بارے میں ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعہ اشتباہ پیدا کرنا شرعاً جائز نہیں۔

۲۔ اگر کسی بچہ کے بارے میں چند دعوے دار ہوں اور کسی کے پاس واضح شرعی ثبوت نہ ہو تو ایسے بچے کا نسب ڈی این اے کے ذریعے متعین کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ جو جرائم موجب حدود و قصاص ہیں ان کے ثبوت کے لئے مخصوص طریقوں کے بجائے ڈی این اے ٹیسٹ کا اعتبار نہیں ہو گا۔

۴۔ حدود و قصاص کے علاوہ دوسرے جرائم کی تفتیش میں ڈی این اے ٹیسٹ سے مدد لی جا سکتی ہے اور اگر قاضی ضرورت محسوس کرے تو اس پر مجبور بھی کر سکتا ہے۔[24]

جدید قرائن کی بنیاد پر کیے گئے چند فیصلہ عدالتی جات :

قرآن و سنت، فقہاء اور اجتہادی اداروں کی آراء کے بعد قرائنی شہادت کے متعلق چند قانونی و عدالتی اقتباسات ذکر کیے جاتے ہیں جس سے قرائنی شہادت کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

حشرات کی مدد سے قتل کے سراغ کے حوالے سے پہلا تحریری ثبوت ۱۲۴۷ء میں چین کی سانگ شہنشائیت کے دور میں سانگ سی کی لکھی ہوئی کتاب جس کا انگریزی ترجمہ Collectec Cases of Injustice Rectified کے نام سے کیا گیا ہے، میں ایک واقعے کی صورت میں درج ہے یہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک سرکاری اہل کار نے ایک ایسے کسان کے قتل کا سراغ لگا لیا تھا جسے سر پر درانتی کے وار کے ذریعے ہلاک کیا گیا تھا اس اہل کار نے علاقے کے تمام لوگوں کو ایک ہال میں جمع کیا اور ان سب کے گھر سے درانتیاں منگوا کر انہیں ایک جگہ رکھ دیا اگرچہ قاتل نے درانتی کو دھویا تھا مگر مکھیوں نے خون کی بو سونگھتے ہوئے اس درانتی پر جمع ہونا شروع کر دیا جو آلہ قتل تھی یوں واضح ہو گیا کہ قتل اس درانتی کے مالک نے کیا ہے۔[25]

دور جدید کے قرائن مقدمے میں بہت اہمیت کے حامل ہیں ان کے بغیر عدالت میں کوئی مقدمہ دائر نہیں ہوتا کیونکہ جدید مواصلاتی ذرائع اس قدر رائج ہو چکے ہیں کہ ہر کوئی سہولت کی خاطر استعمال کرتا ہے۔ خاص طور پر آڈیو اور ویڈیو ریکارڈنگ جو کہ نہایت غیر معمولی اہمیت اختیار کر چکے ہیں۔ جیسے کہ میڈیا جو کہ صرف ریکارڈنگ کے بل بوتے پر چلتا ہے۔ اور اسی ریکارڈنگ کو بعض اوقات بنیاد بنا کر عدلیہ متحرک نظر آتی ہے۔ آج کے دور میں عدلیہ زیادہ تر مقدمات کی تفتیش کے لیے فارنسک لیب کی محتاج ہو گئی ہے کیونکہ اس سے تفتیش کے عمل میں آسانی میسر آتی ہے۔ تو گویا دور جدید کے تمام قرائن تفتیشی عمل میں نہایت مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

آڈیو ریکارڈنگ کی شہادت کا درجہ:

بعض اوقات فریقین اپنے معاہدے کے وقت ہونے والی تمام کاروائی کو ریکارڈ کر لیتے ہیں۔ یا بعض معاملات میں کوئی چوری چھپکے سے کسی کی آواز ریکارڈ کر لیتا ہے تو ایسی ریکارڈنگ کو بطور تائیدی شہادت کے پیش کیا جاتا ہے اور عدالت کے اس کے متعلق جو ریمارکس ہوتے ہیں ان سے متعلق مختلف عدالتوں کے فیصلوں کا خلاصہ یہ ہے کہ :

"ٹیپ ریکارڈ پر ریکارڈ کی ہوئی گفتگو پر اس گفتگو کی تائیدی شہادت کے طور پر انحصار کیا جا سکتا ہے جس کے بارے میں فر یقین گفتگو میں سے کسی نے شہادت دی ہو۔ایسی گفتگو کی شہادت کی عدم موجودگی میں ٹیپ کی ہوئی گفتگو صحیح شہادت نہیں ہے اور اس پر انحصار نہیں کیا جا سکتا"۔[26]

اس عدالتی فیصلے سے ثابت ہوتا ہے کہ ریکارڈ کی گئی گفتگو کو ثانوی شہادت کے طور پر قبول کیا جائے گا وہ بھی بعض معاملات میں نہ کہ سب میں۔اس کو عدالت میں پیش تو کیا جا سکتا ہے جس کے بعد جج کی مرضی پر منحصر کہ اس کو قبول کرے یا نہ کرے یا اس کی تصدیق کے لیے اس کو قبول کرلے یا اس کو ثانوی شہادت کے طور پر قبول کرے۔عدالتی نظام میں آڈیو شہادت کو قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں البتہ اس کا درجہ تائیدی شہادت ہی ہے۔جیسا کہ ۱۹۹۸ میں کیے گئے ایک اور عدالتی فیصلے کے ریمارکس یہ تھے:

"Audio/Video Cassette is admissible in evidence."[27]

"آڈیو،ویڈیو کیسٹ کی گواہی قابل قبول ہے"

ایک اور مقام پر اس کی وضاحت اس طرح کی جاتی ہے:

Screening of video cassette is admissible evidence and also conclusive in some casses but not in all.[28]

"ویڈیو کیسٹ کو چند کیسز میں بطور شہادت پیش کیا جا سکتا ہے لیکن تمام کیسز میں نہیں"۔

سی سی ٹی وی فوٹیج کے متعلق عدالتی فیصلہ:

اسی طرح سی سی ٹی وی کیمرے جو مختلف جگہوں پر نصب کیے جاتے ہیں ان میں اگر مجرم کی صحیح شناخت ہو جائے اور قابل اعتماد ذرائع سے معلوم ہوں تب قبول کیے جاتے ہیں۔اگر اس کا رزلٹ واضح نہ ہو تو اس کو قبول نہیں کیا جاتا۔اس کی حیثیت کے متعلق یہ عدالتی فیصلہ ہی کافی ہے جس میں اس کی گواہی کا درجہ بیان کر دیا گیا۔

CCTV fotage was produced in the Court and view by it nothing was visible and identifiable in it. it was observed by the court that unless such footage is proved to be genuine and corroborated by other evidence,it could be relied upon.[29]

"کورٹ نے سی سی ٹی وی footage کی ریکارڈنگ دیکھی۔کچھ بھی واضح اور قابل شناخت نہیں تھا۔یہ کورٹ کے مشاہدے میں تھا کہ جب تک یہ ریکارڈ (Footage) اصل ثابت نہ ہو اور اس کی تصدیق نہ ہو تو اس پر کسی دوسرے ثبوت کو منحصر نہ کیا جائے"۔

ڈی این اے ٹیسٹ کے متعلق عدالتی فیصلے کا اقتباس:

ڈی این اے کی شہادت کو ہمارے پاکستان میں ثانوی شہادت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔یعنی براہ راست گواہی کی بجائے اس کو معاون یا تائیدی شہادت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے جیسا کہ ایک عدالتی فیصلے کو اقتباس ہے:

Utility and evidentary value of the DNA test was acceptable but not in a case falling under the panel provision of Zina punishable under Hudood Laws having its standard of proof Principles.[30]

خلاصہ بحث:

قرائن کی حجیت کے بارے میں حتمی رائے یہ ہے کہ: واقعاتی شہادت یا قرائن کی شہادت کی اس زمانے میں بہت اہمیت ہے۔اسلام میں بھی قرائن کی شہادت کو ایک خاص اہمیت دی گئی ہے۔اگر کوئی اور شہادت دستیاب نہ ہو تو حدود و قصاص کے علاوہ قرائن کی شہادت پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور بعض دفعہ قرائن اور واقعاتی شہادتیں دیگر شہادتوں کے لیے تائید اور تقویت کا باعث بنتی ہیں۔

فارنزک لیبارٹری کی مثبت رپورٹ اور وڈیو ریکارڈنگ یعنی مُتحرک تصاویر کو کسی جرم کے ثبوت کے لیے ایک حد تک قبول کیا جا رہا ہے۔ لیکن کسی سنگین نوعیت کے جرم، جس کی قانون اور شریعت میں سزا موت مقرر ہے، کے ثبوت کے لیے ڈی این اے کی مثبت لیبارٹری رپورٹ اور ویڈیو ریکارڈنگ کو، خواہ وہ کتنی ہی معیاری ہو، واحد حتمی اور قطعی ثبوت مان کر سزائے موت کا فیصلہ نہیں دیا جا سکتا۔ یعنی محض اس مثبت فارنزک رپورٹ کی بنا پر شریعت کی مقرر کی ہوئی "حدّ زنا" جاری نہیں کی جا سکتی، کیونکہ اس میں ملاوٹ اور کسی چیز کی آمیزش کا امکان موجود ہے۔اسی طرح وڈیو ریکارڈنگ اور متحرک تصاویر میں بھی ایڈیٹنگ کے امکان کو کلی طور پر مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو ہمارے ہاں روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ٹیلی ویژن کو ریج کرنے والے اپنے کسی من پسند سیاسی رہنما یا پارٹی کے جلسے کو بڑا کر کے دکھاتے ہیں اور ناپسندیدہ لیڈر یا پارٹی کے اُتنے ہی یا اُس سے بھی بڑے اجتماع کو چھوٹا کر کے دکھاتے ہیں، اِسے ہمارے محاورے میں کیمرے یا ہاتھ کا کمال کہتے ہیں۔ یعنی ذاتی پسند و ناپسند، ترغیب و تحریص، دباؤ اور تعصُّب کی بنا پر حقائق و واقعات میں تغیُّر و تبدُّل یا کمی بیشی یا موئثر یا غیر موئثر بنا کر پیش کرنا ممکن ہے۔اسی طرح تمام تر دیانت اور نیک نیتی کے باوجود بشری خطا کے امکان کو بھی کلی طور پر رَد نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر کیس میں ایسا ہو، لیکن خطا کا امکان قطعیت کی نفی کے لیے کافی ہے۔ ہمارے ہاں میڈیکولیگل رپورٹ اور میّت کے پوسٹ مارٹم میں ردّ و بدل کے شواہد بہت ہیں۔

الغرض ان اسباب کی بنا پر ڈی این اے کی مثبت رپورٹ یا فارنزک شواہد ظنّی اور مشتبہ قرار پا سکتے ہیں، قطعی ہر گز نہیں ہو سکتے، جبکہ حد زنا جاری کرنے یا قتل کی سزا نافذ کرنے کے لیے ثبوت کا قطعی اور لاریب ہونا ضروری ہے اور وہ مطلوبہ عینی شہادت ہی سے ممکن ہے۔ خون کے دھبے، بندوق کی گولیاں اور انسانی دانت سے کاٹنا اسی زمرے میں آتا ہے، تاہم ان شواہد کی بنا پر جج یا قاضی اگر مطمئن ہو تو تعزیر کے طور پر سزا دے سکتا ہے اور اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

حواشی و حوالہ جات

---

1 زرقاء، مصطفی بن احمد، المدخل الفقھی العام، دمشق: دارالکتب العلمیۃ، طبعۃ تاسعۃ، ۱۹۶۸، ۱/۲۳۵

Zarqā́, Al-Madkhal-ul-Fiqhī-ul-`ām, Dimashq, Dār-uk-Kutub-il`ilmiīīah, Al-Tab`at-ul-Tasi`ah, 1968, 1/235.

2 علی حیدر، شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، دفعہ: ۱۷۴۱

`alī Haīdar, Sharḥ Majallat-ul-Ahkām-il-`adliīīah, Baīrūt, Dār-ul-Kutub-il`ilmiīīah, Section: 1741.

3 فتح اللہ زید، حجیۃ القرائن فی القانون والشریعۃ، بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ۱۳۵۵ھ بحث فی تخصص القضاء الشرعی، ص: ۸

Fatḥ Ullah Zaīd, ḥujiīīat-ul-Qarā́in Fī-il-Qānūn-i-Wa-al-Sharī`ah, Dār-ul-Kutub-il`ilmiīīah, 1355AH, Baḥth Fī Takhassus-il-Qadhā́-i-Al-Shar`īī, P: 8.

4 الزحیلی، ڈاکٹر، محمد مصطفی، وسائل الاثبات، دمشق: مکتبہ دارالبیان، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۲، ص: ۴۵

Al-Zuḥīlī, Muhammad Musṭafīa, Dimashq, Maktabah Dār-ul-Bīān, Al-Tab`at-ul-Aūlā, 1402AH, P: 45.

5 ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، نور محمد اصح المطابع، رقم الحدیث: ۳۴

Abū `abdullah Muhammad Bin Ismāīl Bukhāīrī, Al-Jām`-ul-Sahīh, Kitāb-ul-Iīmān, Bāb-o-`alāmat-il-Nifāq, Nūr Muhammad Asahh-ul-Matabi`,Hadīth No.34.

6 بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، رقم الحدیث: ۳۳

7Bukhāīrī, Al-Jām`-ul-Sahīh, Kitāb-ul-Iīmān, Bāb-o-`alāmat-il-Nifāq, Nūr Muhammad Asahh-ul-Maṭābi`,Hadīth No.33.

ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی، السنن الصغری للنسائی، حلب: مکتب المطبوعات الاسلامیہ ۱۴۰۶ھ، کتاب آداب القضاۃ، باب القضاء فیمن لم تکن لہ بینۃ، رقم: ۵۴۲۴

Abū `abd-ul-Rahmān Ahmad Bin Sho`īb Al-Nisāī, Al-Sunan,Maktab-ul-Maṭbū`āt-ul-Islāmīīah, 1406 AH, Kitāb-o-Aādāb-il-Qadhāt, Bāb-ul- Qadhāt Fī Man Lam īakun Lahu Baīīinah, Hadith No. 5424.

8 ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی ابن ماجہ، السنن، القاھرۃ، دار احیاء الکتب العربیۃ، ۲/۲۷۰

Abū `Abdullah Muhammad Bin īazīd Qazūīinī Ibn-i-Mājah, Al-Sunan, Al-Qāhirah, Dār-Ihīā-il-Kutub-il-`arabīīah, 2/270.

9 مسلم بن حجاج، الصحیح المسلم، القاھرۃ، دار احیاء الکتب العربیۃ، رقم: ۳۲۹۶

Muslim Bin Hajjāj, Al-Jām-ul-Sahīh, Dār-o-Ihīā-il-Kutub-il-`arabīīah, Hadīth No.3296.

10 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، حمص: دار الحدیث للطباعۃ، نشر توزیع، سوریا ۱۳۹۴ھ، رقم: ۳۱۳۴

Abū Dāwūd Sulīmān Bin Ash`ath, Al-Sunan, Dār-ul-Hadīth Liṭṭabā`ah, Nashr, Taozī`, Sūrīā, 1394 AH, Hadith No. 3134.

11 ایضا: رقم ۳۱۳۵

Ibid, Hadith No. 3135.

12 ابن ماجہ، السنن، کتاب الحدود، باب الرجل یجد مع امرأتہ رجلا، رقم: ۲۶۰۶

Ibn-i-Mājah, Al-Sunan, Kitāb-ul-Hudūd, Bāb-ul-Rajul ūajidu Ma`a Imr'atihi Rajulan, Hadīth No. 2606.

13 السنن الکبریٰ، رقم: ۷۳۱۱

Al-Sunan-ul-Kubrā, Hadīth No. 7311.

14 ابو داؤد، رقم: ۳۷۹۸، نسائی، رقم: ۴۰۰۲

Abū Dāwūd, Al-Sunan, Hadīth No. 3798; Nisāī, Hadīth No. 4002.

15 الفتح الباری ۱/۲۲

Al-Fatḥ-ul-Bārī, 1/22.

16 الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، رقم: ۱۳۷۰۸

Al-Kitāb-ul-Musannaf Fī-il-Aḥādīth Wal Aāthā, Hadīth No. 13708.

17 ایضاً: رقم: ۱۳۷۱۰

Ibid, Hadīth No. 13710.

18 ایضاً: رقم: ۱۳۷۱۰

Ibid, Hadīth No. 13710.

19 احمد بن حنبل، امام، مسند احمد، متوفی ۲۴۱ھ، بیروت: مطبوعہ مکتب اسلامی ۱۳۹۸ء، ۱/۴۲۵تا۳۷۸

Abū Abdullah Ahmad Ibn-e-Hanbal, Bairut, Maṭbū`ah Maktab Islami, 1398, 1/378-425.

20 الطرق الحکمیہ، ص: ۵۴

Muhammad Bin Abī Bakr Ibn-i-Qaīīam, Al-Turuq-ul-Hukmiīīah, P: 54.

21 ابراہیم بن علی بن فرحون المالکی، تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیۃ ومنھاھج الاحکام، القاھرہ، مطبعہ مصطفی الحبلی، ۱۳۷۸ھ، ۲۱۱/۱

Ibrāḥīm Bin `alī Bin Farḥūn Al-Mālkī, Tabsirat-ul-ḥukkām, Fī Usūl-il-Aqdhīah Wa Manāḥij-il-Aḥkām, Al-Qāhirah, Maṭba`ah Musṭafā Al-Halbī, 1378 AH, 1/211.

22 ایضا، ۲۱۱/۱

Ibid, 1/211.

23 القرۃ داغی: البصمۃ الوارثیۃ من منظور الفقہ الاسلامی، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، العدد السابع عشر، ص: ۳، ۲۸

Al-Qurah Dāghī, Al-Basmat-ul-Warithīīah Min Mnaẓūr-il-Fiqh-il-Islami, Mujallah Majma`-il-Fiqh-il-Islami, Al-`adad-ul-Sābi`a `ashar, P: 3, 28.

24 پندرھواں فقہی سیمینار (میسور) بتاریخ ۱۱ تا ۱۳ مارچ ۲۰۰۶ء، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

Fiqhi Seminar No. 15 (Mesūr), Dated: 13th March, 2006, Islamic Fiqh Academy, India.

25 سنڈے میگزین، شمارہ ۲۰ جنوری، ۲۰۰۸ء

Sunday Magazine, Issue: 20th January, 2008

26 1983PSC SC(Ind.)1012

27 PLD 1988 SC 109 & 1998 Pesh52

28 PLD 1989 SC 249

29 2103 PCRLJ 783(Karachi) Ammar Yasir Ali Vs. State

30 Medical jurisprudence and toxicology P: 356-358, Printed Oceana Publication London.